Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 02, Issue 01, July-December 2023, PP: 01-14
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

قدرتی عوارض میں نبوی معاشی حکمت عملی

Prophetic Economic Strategies in Natural Disasters

Professor Dr. Muhammad Saad Siddiqui
Ex Director, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
saad.is@pu.edu.pk

Abstract

Natural disasters and disorders have historically disrupted economic stability. This study investigates prophetic economic strategies employed during times of natural upheavals. Drawing from Islamic teachings and historical narratives, it analyzes the approaches recommended by the Prophet Muhammad (peace be upon him) to mitigate economic challenges during natural calamities. The research examines the application and relevance of these strategies in contemporary contexts, shedding light on their efficacy in fostering economic resilience amidst natural disorders.

Keywords

Prophetic strategies, Economic resilience, Natural disasters, Islamic teachings, Contemporary relevance.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1 موضوع کا تعارف

قدرتی آفت کسی بھی قدرتی خطرے جیسے سیلاب، سمندری طوفان، آتش فشاں، زلزلے یا تودے وغیرہ سے منسلک اثرات کا نام ہے جو ماحول پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ قدرتی وسائل، مالی اور جانی نقصان کا سبب بنتے ہیں۔ قدرتی آفت کے نتیجے میں ہونے والا نقصان کی شدت اس ماحول سے منسلک آبادی کا آفت کے برپا ہونے یا اس سے نبرد آزما ہونے کی خاصیت پر منحصر ہوتا ہے۔[1] قدرتی آفت بارے یہ نظریہ دراصل اس بنیاد پر قائم کیا گیا ہے کہ کسی بھی آفت کا اس خطے میں زندہ اشیاء کی موجودگی اور آفت کے برپا ہونے کے نتیجہ میں منسلک بے بسی کے ساتھ کس درجہ کا تعلق ہو سکتا ہے۔[2]

تکنیکی لحاظ سے قدرتی آفت کی تعریف دراصل آبادیوں کی موجودگی اور ان کو متوقع آفات سے خطرات کے دائرہ میں ہی ممکن ہے۔ مثال کے طور پر غیر آباد خطے میں انتہائی شدید ترین زلزلہ بھی تکنیکی لحاظ سے قدرتی آفت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اسی تکنیکی تعریف کی بنا پر لفظ "قدرتی" محققین کے مابین اختلاف کی وجہ ہے، کیونکہ کسی بھی تکنیکی آفت کا صرف انسان سے متعلق ہونا ہی کسی طور بھی قدرتی آفت نہیں کہلایا جانا چاہیے۔[3]

قدرتی عوارض قدرتی قوتوں کی وجہ سے ہونے والے بہت سے خلل انگیز واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان عوارض میں قدرتی آفات جیسے زلزلے، سمندری طوفان، سیلاب، جنگل کی آگ، خشک سالی، وبائی امراض اور دیگر انتہائی شدید اور نقصان دہ ماحولیاتی واقعات شامل ہیں۔ ان واقعات کے نتیجے میں اکثر بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان کے ساتھ ساتھ بنیادی ڈھانچے کی تباہی بھی ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں انسانی آبادی وہاں سے نقل مکانی کر جاتی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ انسان کو زمانہ قدیم سے جن آفات کا سب سے زیادہ سامنا رہا ان میں زلزلے، سیلاب، طوفان، خشک سالی وغیرہ سر فہرست ہیں۔ ایک قدرتی آفت کئی دیگر آفات کا سبب بنتی ہے۔ مثلاً 2005 میں ملک میں آنے والے تباہ کن زلزلے اور 2010 اور اس کے بعد آنے والے خوف ناک سیلابوں کو لے لیں۔ ان کے نتیجے میں بڑی تعداد میں لوگ ہلاک، زخمی اور در بہ در ہوئے۔ ان کے گھر تباہ ہو گئے یا صفحۂ ہستی سے مٹ گئے، سامان بہہ گیا اور بڑی تعداد میں مویشی ہلاک یا لاپتا ہو گئے۔ اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ یہ نقصانات بہت دیرپا اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ تاریخ کے ابتدائی مراحل میں انسان نے آفات کا انفرادی طور پر مقابلہ کیا، پھر ریاست کا تصور سامنے آیا تو یہ ذمے داری ریاستی مشینری کو منتقل ہو گئی۔ تہذیب اور سائنس کی ترقی کے ساتھ ان آفات اور ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کے ضمن میں ریاستوں اور عوام کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا گیا۔

آج یہ کام ایک سائنس بن چکا ہے اور اس سے متعلق بہت سے شعبے اور محکمے وجود میں آ چکے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں یہ سارا کام قاعدے قوانین کے تحت ہوتا ہے، تاہم پاکستان میں اس ضمن میں قانون سازی کرنے اور قوانین کے تحت مؤثر اور فعال ادارے بنانے پر کبھی کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ دوسری جانب حالات کے جبر کے تحت جو قوانین اور ادارے بنائے گئے ان کی کارکردگی بہت زیادہ ناقص پائی گئی ہے۔

2 قدرتی عوارض و آفات آنے کی وجوہات

اس مرحلے پر اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے کہ یہ زلزلے، سیلاب، طوفان، اور دیگر آفتیں کیوں آتی ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کے کچھ ظاہری اسباب بھی ہوں گے۔ ہمارے سائنس دان اور ماہرین ان اسباب کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، ہمیں ان میں سے کسی بات سے انکار نہیں ہے۔ اسباب کے درجے میں ہم ہر معقول بات کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے گزشتہ اقوام پر آنے والی ان آفتوں، زلزلوں، آندھیوں، طوفانوں، وباؤں، اور سیلابوں کا ذکر ان اقوام پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اظہار کے طور پر کیا ہے اور ان قدرتی آفتوں کو ان قوموں کے لیے خدا کا عذاب قرار دیا ہے۔ اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جناب سرور کائنات ﷺ نے قیامت سے پہلے اپنی امت میں آنے والی قدرتی آفتوں کا پیش گوئی کے طور پر تذکرہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا یا تنبیہ کے طور پر ان کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے چند احادیث کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

1. عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ. ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ.[4]

   حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تمہیں بہر صورت نیکی کا حکم دینا چاہیے اور برائی سے منع کرنا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اسے (مدد کے لیے) پکارو گے تو تمہاری پکار مستجاب نہیں ہو گی۔

2. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم : لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِي نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا. فَجَالَسُوْهُمْ فِي مَجَالِسِهِمْ وَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَلَعَنَهُمْ {عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَo} [[5]]. قَالَ: فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله

وسلم وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى تَأْطُرُوْهُمْ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا.[6]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ پھر ان کے علماء ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو باہم دگر الجھا دیا {اُنہیں حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کی زبان پر (سے) لعنت کی جاچکی (ہے)۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے}۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (یہ فرماتے ہوئے) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جب تک تم اُن کو اچھی طرح حق کی طرف پھیر نہ دو (تم اپنے فرض سے سبک دوش نہیں ہوسکتے)۔

3. عَنْ جَرِيْرٍ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوْا عَلَيْهِ فَلَا يَغَيِّرُوْا إِلاَّ أَصَابَهُمُ اللهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوْتُوا.[7]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص بھی ایسی قوم میں رہتا ہو جس میں برے کام کئے جاتے ہوں اور لوگ ان کو روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود نہ روکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت سے قبل عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

4. عَنْ عَدِيٍّ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْهُ. فَإِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ عَذَّبَ اللهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ.[8]

حضرت عدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ عوام کو خاص لوگوں کے برے اعمال کے سبب سے عذاب نہیں دیتا جب تک کہ وہ (عوام) اپنے درمیان برائی کو کھلے عام پائیں اور اُس کو روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکیں۔ لہٰذا جب وہ ایسا کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ خاص وعام سب لوگوں کو (بلا امتیاز) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

5. عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم : لَا يَحْقِرْ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ يَحْقِرُ أَحَدُنَا نَفْسَهُ؟ قَالَ: يَرَى أَمْرًا لِلّٰهِ عَلَيْهِ فِيْهِ مَقَالٌ ثُمَّ لَا

يَقُوْلُ فِيْهِ. فَيَقُوْلُ اللهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُوْلَ فِي كَذَا وَكَذَا؟ فَيَقُوْلُ: خَشْيَةُ النَّاسِ. فَيَقُوْلُ: فَإِيَايَ كُنْتَ أَحَقَّ أَنْ تَخْشَى.[9]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ جانے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی کیسے اپنے آپ کو حقیر جان سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہ تم میں سے کوئی شخص کوئی معاملہ دیکھے اور اسے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم بھی معلوم ہو مگر وہ پھر بھی بیان نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن فرمائے گا: تجھے فلاں فلاں معاملہ میں (حق بات) کہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ وہ جواب دے گا: لوگوں کے خوف نے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہیں تو (ان سب سے بڑھ کر) مجھ سے ہی ڈرنا چاہیے تھا۔

6. عَنْ هُشَيْمٍ رضي الله عنه : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوْا ثُمَّ لاَ يُغَيِّرُوا إِلاَّ يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ.[10]

حضرت ہُشَیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس قوم میں برے کاموں کا اِرتکاب کیا جائے (اور اس کے ذمہ دار لوگ) اِن برے کاموں کو روکنے پر قدرت رکھنے کے باوجود بھی نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے کسی عذاب میں مبتلا کر دے۔

چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون اور ضابطہ ہے جس کی جناب نبی اکرم ﷺ وضاحت فرما رہے ہیں۔ اس کے مطابق ہمیں جہاں یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، وہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہے، سزا ہے، تنبیہ ہے، اور عبرت کے لیے ہے جس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے۔

3 قدرتی عوارض پر افراد کا ردعمل

اس سوال کا جواب بھی ضروری ہے کہ قدرتی عوارض پیش آنے کی صورتحال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس سلسلہ میں ہمارا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ ہم توبہ و استغفار کریں، اپنے جرائم اور بداعمالیوں کا احساس اجاگر کریں، اپنی زندگیوں کو بدلنے کی کوشش کریں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کریں، معاشرے میں برائیوں کو روکنے اور نیکیوں کو پھیلانے کی محنت کریں، اور دین کی طرف عمومی رجوع کا ماحول پیدا کریں۔

اس کے بعد ہماری دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کریں، ان کی بحالی کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں کہ یہ ہماری دینی اور قومی ذمہ داری ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ اسی کا درس نبی کریم ﷺ نے دیا ہے اور اسی پر عمل کرنے میں دیناو آخرت کی بھلائی مضمر ہے۔

4 قدرتی عوارض وآفات میں نبوی معاشی حکمت عملی

نبی کریم ﷺ نے زندگی کی ہر سطح کے لئے راہنما ہدایات پیہم فراہم کی ہیں۔ سیرت طیبہ میں ان معلومات کا ذکر ملتا ہے۔ قدرتی عوارض میں جہاں اور نقصانات ہوتے ہیں وہاں سب سے بڑا نقصان معاشی بدحالی کا بھی سامنے آتا ہے۔ اس اہم ترین صورت حال میں افراد امت کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے اور کس طرح امت کے پریشان حال لوگوں کی مدد کرنی چاہئے، اس سلسلے میں سیرت طیبہ میں مختلف قسم کی حکمت عملی موجود ہے جنہیں اختیار کرتے ہوئے ان حالات سے بآسانی نبرد آزما ہوا جا سکتا ہے اور اس مشکل وقت میں امت کا ساتھ دے کر ان کے دکھوں میں کمی کی جاسکتی ہے۔ ذیل میں ایسی ہی کچھ چیدہ حکمت عملیوں پر نظر ڈالی جائے گی جن کو نبی کریم ﷺ نے قدرتی عوارض کی صورت میں اختیار بھی کیا اور امت کو بھی اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی۔

4.1 مؤاخات ومعاونت کا فروغ

ہجرت نبوی ایک ایسا واقعہ ہے جس میں اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل میں مسلمانوں نے اپنا مال و دولت چھوڑ کر ہجرت کی اور مدینہ جا پہنچے۔ اس وقت مہاجرین کے لئے بہت آزمائش کا وقت تھا اور معاشی لحاظ سے تنگی کا شکار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد فوری طور پر انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتہ مؤاخات قائم کیا جس سے معاشی استحکام نصیب ہوا۔ سیرت طیبہ کے اس پہلو کی روشنی میں ہمیں آج بھی قدرتی عوارض سے پہنچنے والے نقصانات اور دیگر امور میں مؤاخات اور معاونت کے سلسلے کو پروان چڑھانا چاہیے۔ امداد باہمی کے رویے فروغ پانے چاہئیں۔ صاحب ثروت لوگوں کو چاہئے کہ وہ کمزور طبقات کی مالی اعانت کر کے ان کو معاشی آسودگی مہیا کریں۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف ارشادات فرمائے:

- ابغونى الضعفاء فانما تنصرون و ترزقون بضعائكم[11]

  (مالی و جسمانی طور پر) کمزور لوگوں کی تلاش میں میری مدد کرو۔ تم میں سے کمزور لوگوں ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

- من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له، ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له، قال: فذكر من أصناف المال ما ذكر حتّى رأينا أنه لا حق لأحد منّا في فضل[12]

تم میں سے جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان خورد ونوش ہے وہ اسے لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ مختلف اصنافِ مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد کسی بھی شے میں ہمارا حق نہیں رہا۔

- يا ابن آدم، إنّک أن تبذل الفضل خيرلک وإن تمسکه شرّلک ولا تلام على كفاف وابدأ بمن تعول[13]

  اے ابن آدم! ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا تیرے لیے زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر تو اس مال کو خرچ کرنے سے روک لے گا تو یہ تیرے لیے باعث شر ہو گا۔ البتہ بقدر ضرورت بچا کر رکھنا تمہارے لیے باعث عار نہیں ہو گا اور انفاق کا آغاز اپنے قرابت داروں سے کر۔

عام حالات میں تو انسان مال اپنے تک من چاہی مقدار میں سنبھال کر رکھ سکتا ہے لیکن ہنگامی حالات میں مذکورہ بالا فرامین پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

4.2 قدرتی عوارض سے پیدا ہونے والی معاشی بدحالی

قدرتی عوارض سے پیدا ہونے والی معاشی بدحالی میں ہمارا رویہ یہ ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کی امداد کر کے کچھ عرصے بعد انہیں بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں جس سے معاملات خرابی کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس ہنگامی صورت حال میں ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ معاشی بدحالی کا مسئلہ حل ہونا چاہیے اور ہر فرد کے پاس اس کی صلاحیتوں اور اہلیتوں کے مطابق ملازمت (تجارت، زراعت، دستکاری یا کسی بھی قسم کے ہنر وغیرہ) ہونی چاہیے تاکہ اس کے پاس اتنی آمدن ہو کہ اسکی ضروریات مناسب حد تک پوری ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے معاش کا انتظام اس دنیا میں کر رکھا ہے بس اس کے لیے تھوڑی محنت کرنا پڑتی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ[14]

اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسباب معیشت پیدا کئے۔

اپنے روزگار اور محنت کے ساتھ اللہ پر بھروسہ بھی ہونا چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لو أنكم توكلتم على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطانا[15]

اگر تم اللہ پر توکل کرو تو پرندوں کی طرح وہ تمہیں روزی عطا کرے گا تم دیکھتے ہو کہ وہ صبح خالی پیٹ گھر اے نکلتے ہیں اور لیکن شام کو آسودہ ہو کر (گھونسلوں میں) واپس آتے ہیں۔

اگر کچھ افراد کسی معذوری کے تحت اپنی روزی کا انتظام کرنے کے قابل نہیں ہوتے تو اسلامی ریاست کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے افراد کے لیے ضروریات زندگی کا انتظام کیا جائے تاکہ انسانی اخلاقیات کی تعمیر میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو اس مقصد کے لیے اسلام میں زکوۃ، عشر اور صدقات دینے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایسے افراد کے معاش کا انتظام کیا جاسکے۔

ہماری معاشرتی، اخلاقی اور سماجی برائیوں کے حل کی صرف ایک ہی راہ ہے وہ یہ کہ ملک میں اسلامی احکامات و قوانین کی ذاتی اور اجتماعی طور پر عمل کی دنیا میں نافذ کیا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول ﷺ کی پاکیزگی زندگی کا مکمل اسوہ حسنہ ہماری اصلاح اور رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ یہی دونوں چیزیں تھیں جس نے دنیا کو بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہِ ہدایت پر گامزن کیا۔

4.3 مکہ کے قحط میں آپ ﷺ کا عمل

مکہ میں ایک بار قحط پڑ گیا۔ اہل مکہ جو مسلمانان مدینہ کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ انسانی حسن سلوک کا اعلیٰ نمونہ قائم کرتے ہوئے مسلمانوں کی غربت و تنگدستی کے عالم میں بھی پانچ سو دینار جمع کر کے سرداران مکہ کو بھیجے کہ وہ قحط کے شکار لوگوں کی مدد کر سکیں۔

اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی اس بنیادی تصور کی وضاحت کر رہا ہے کہ اگر ایسے حالات ہو کہ لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں تو مالدار لوگوں کے مال سے غریبوں کو زبردستی چھین کر بھی دیا جاسکتا ہے: آپ نے فرمایا:

فوااللہ، لو أنّ ااالله لم يفرجها ما تركت أهل بيت من المسلمين لهم سعة إلّا أدخلت معهم أعدادهم من الفقراء فلم يكن اثنان يهلكان من الطّعام على ما يقيم واحدا.[16]

اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ قحط رفع نہ فرماتا تو میں کوئی بھی ایسا گھر نہ چھوڑتا جس میں کھانا موجود ہوتا، مگر اس کے افراد کے برابر دیگر مستحقین اور محتاجوں کو اس میں حکماً داخل کر دیتا۔ کیونکہ ایک شخص کا کھانا یقیناً دو افراد کو ہلاک ہونے سے بچالیتا ہے۔

4.4 سیلاب سے بچاؤ کے لئے آبی انتظام کاری

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو عملی تربیت و نمونہ فراہم کرنے کے لیے خود بھی آب پاشی فرمائی، جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو بھی یہ ترغیب ملی کہ وہ بھی آب پاشی کریں۔ انصار تو پہلے سے ہی آب پاشی میں ماہر تھے، لیکن مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین آب پاشی میں مہارت نہیں رکھتے تھے کیونکہ مکہ کے اکثر لوگوں کا پیشہ گلہ بانی و تجارت تھا اور مہاجرین کو آب پاشی سے اتنی واقفیت نہیں تھی۔ مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

> انصار نے بڑی خوش دلی کے ساتھ وہ زمینیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیں جہاں پانی نہیں پہنچتا تھا، تو آپ ﷺ نے بعض صحابہؓ کو ان زمینوں کی جاگیر بخشش فرمادیں تاکہ وہ آباد کر کے ان سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور ان کے ذریعے سے دیگر مخلوق بھی مستفید ہو۔[17]

آب پاشی کے فروغ کے سلسلے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ زمین کے اندر پھوٹنے والے قدرتی چشمے اور ان کی حریم عامۃ الناس کے لیے ممنوعہ قرار نہیں دی جاسکتی۔ لوگوں کو مالک زمین کی اجازت سے اس کی ضرورت سے زائد پانی اپنی فصلوں تک لے جانے اور خالی زمینوں سے گزار کر وہاں کے چشمے تالاب یا کنویں سے پانی پلانے کا حق ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

> مدینہ منورہ کی ریاست کے ابتدائی ایام میں ضروریات کے تحت ہر قسم کے انتظامی شعبہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور پھر تجربات و مشاہدات کی بنیاد پر اسے بہتر بنایا گیا۔ مدینہ منورہ، شہر کی انتظامیہ اس وسیع و عریض سلطنت کا دارالخلافہ اور وفاقی حکومت کا مرکز تھا، جب کہ ہر قبیلہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ اپنے علاقہ میں ہی اس سلطنت کا صوبہ بن جاتا تھا اور قبیلے کا سردار یا مقامی فرد صوبائی حکومت کا حکمران مقرر کر دیا جاتا تھا۔[18]

آبی انتظامات کے ضمن میں آپ ﷺ نے مشہور صحابی اور قبیلہ مزینہ کے سردار حضرت بلال بن حارثؓ مزنی کو نقیع کے کنویں کا جسے آپ ﷺ نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے خود کھدوایا تھا، نگران مقرر کیا تھا۔[19] ہجرتِ نبوی کے وقت مدینہ منورہ میں صرف ایک ہی میٹھے پانی کا کنواں موجود تھا، البتہ وادیٔ عقیق میں میٹھے پانی کے بہت سے کنویں تھے۔ بیر عثمان، ابیار علی اور بیر عروہ بھی اسی وادی میں واقع ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس وادی کا میٹھا پانی بہت پسند تھا۔[20] شاید میٹھے پانی کے ان کنوؤں کی کثرت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس وادی کا نگران مقرر کیا تھا جس کا نام ہیصم المزنی تھا۔ جو دیگر امور کے علاوہ انتظامِ آب کی ذمہ داری بھی سرانجام دیتا تھا۔

اسی وادی میں بنو امیہ ان لوگوں کو تنخواہ دیتے تھے جو مروان بن الحکم کے حوض کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ اسی وادی میں ایک کنواں تھا، جس کا نام بئر المغیرہ تھا جس کے ڈول اور رسیوں کی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ انتظامِ آب کا یہ نظام عہد نبوی کے بعد دیگر حکمرانوں نے بھی برقرار رکھا۔

حوصلہ افزائی اور تعریف و توصیف یا انعام و اکرام کی بدولت لوگوں کی کارکردگی نہ صرف بہتر ہو جاتی ہے بلکہ استعداد کار اور قوت و صلاحیت کو بھی نمو ملتی ہے۔ یہ عصر حاضر کا تسلیم شدہ اصول ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا بخوبی ادراک و احساس تھا۔ اس لیے آپ ﷺ لوگوں کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے تاکہ وہ پہلے سے بھی بہتر کام کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دوران سفر

پانی کم ہونے کی وجہ سے مختلف صحابہؓ کو پانی ڈھونڈنے کے لیے بھیجا، جن میں سے ایک گروہ نے زیر زمین پانی تلاش کر لیا۔ جس صحابیؓ نے پانی ڈھونڈا، اسے سقیا کا خطاب عطا فرمایا۔[21] آج دور جدید میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کو بہتر کارکردگی کی وجہ سے کوئی ایوارڈ دے دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حوصلہ افزائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ صحابیؓ دوسرے صحابہؓ کی بہ نسبت جلد پانی ڈھونڈ لیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کا بئر رومہ کو صدقہ کرنا بھی اس کی ایک مثال ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی تحریک سے نظامِ آب پاشی میں بڑی اصلاح اور گراں قدر ترقی ہوئی۔ چراگاہیں، تالاب، چشمے اور نہریں مفادِ عامہ کے پیش نظر کھلی رکھی گئیں۔ باہمی تعاون اور ہمدردی کی فضا کو بحال کیا گیا۔ پانی کے لیے حکومت وقت کے ذمہ یہ فرض لگا دیا گیا کہ خلق خدا کے لیے مختلف چراگاہوں، تالابوں، نہروں، چشموں اور کنوؤں کا انتظام کرے اور اس پر حکومت کو کسی قسم کا ٹیکس یا لگان لینے کا حق نہ دیا گیا۔ ان ذرائع آب پاشی کی صفائی اور بہتر نگرانی کی جملہ ذمہ داری بھی حکومت کے سر ڈالی گئی۔ وہ ذرائع آب پاشی جو کسی نے انفرادی سطح پر یا عوام نے خود اجتماعی سطح پر بنائے، ان کی بہتر صفائی اور نگرانی کے لیے ان کے ذمہ دار افراد کو پابند رکھنے کے لیے حکومت کو ذمہ دار ٹھیرایا گیا، تاکہ مفاد عامہ اور عام ضرورت کی یہ چیزیں بعض افراد کی سستی اور کمزوری کی وجہ سے کہیں بند یا خراب نہ ہو جائیں۔

4.5 قدرتی عوارض سے متاثرین کو بنیادی حق معاش کی فراہمی

اس امر کی وضاحت کہ قدرتی عوارض کے دوران وہ کون سا بنیادی حق معاش ہے جس کی فراہمی اسلامی معاشرے اور ریاست کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے اس حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے:

> عن عثمان أنّ النّبي صلى الله عليه وآله وسلم قال : ليس لابن آدم حقّ في سويٰ هذه الخصال بيت يسكنه وثوب يوارى عورته وجلف الخبز والماء.[22]
>
> حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کے لئے سوائے ان اُمور کے کوئی حق نہیں، رہنے کے لئے گھر، ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور ضرورت کی روٹی (اور پانی یعنی یہ بنیادی حقِ معاش ہے، جب تک یہ ہر ایک کو میسر نہ آجائے۔ اس سے زائد کا حق کسی کو نہیں)۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حقِ معیشت (یعنی ضروریات زندگی) سے زیادہ کو اپنا بنیادی حق سمجھنا اور دوسروں کو محرومی سے دوچار کر کے بھی حقِ معیشت سے زائد تحفظ کا مطالبہ کرنا اسلامی شریعت کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ مزید بر آں مال و اسباب کے باب میں ایسی بنیادی ضروریات کا فراہم کیا جانا لوگوں کا بنیادی حق ہے جسے ہر ایک کو یکساں طور پر ادا کیا جانا چاہئے۔

اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی اس بنیادی تصور کی وضاحت کر رہا ہے کہ اگر ایسے حالات ہو کہ لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں تو مالدار لوگوں کے مال سے غریبوں کو زبردستی چھین کر بھی دیا جاسکتا ہے:

فوااللہ، لو أنّ االلہ لم یفرجها ما ترکت أهل بیت من المسلمین لهم سعة إلّا أدخلت معهم أعدادهم من الفقراء فلم یکن اثنان یهلکان من الطّعام علی ما یقیم واحدا.[23]

خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ قحط رفع نہ فرماتا تو میں کوئی بھی ایسا گھر نہ چھوڑتا جس میں کھانا موجود ہوتا، مگر اس کے افراد کے برابر دیگر مستحقین اور محتاجوں کو اس میں حکماً داخل کر دیتا۔ کیونکہ ایک شخص کا کھانا یقینا دو افراد کو ہلاک ہونے سے بچالیتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول مبارک بھی ملاحظہ ہو:

لو استقبلت من أمری ما استدبرت لأخذت فضول أموال الأغنیاء فقسّمتها علی فقراء المهاجرین.[24]

اگر مجھے اس امر کا خیال پہلے آجاتا تو میں مالداروں کی زائد دولت لیکر فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل قدرتی آفات میں یہ تھا کہ بھائی چارے سے کام لیا جائے اور زیادہ سے زیادہ افراد میں ضرورت کی چیزوں کو بہم پہنچایا جائے اور ایسا صرف اس وقت ممکن ہوتا ہے جب کہ خیر خواہی اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا جذبہ دلوں میں موجود ہوتا ہے۔

5 نتیجہ

قدرتی عوارض قدرتی قوتوں کی وجہ سے ہونے والے بہت سے خلل انگیز واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان عوارض میں قدرتی آفات جیسے زلزلے، سمندری طوفان، سیلاب، جنگل کی آگ، خشک سالی، وبائی امراض اور دیگر انتہائی شدید اور نقصان دہ ماحولیاتی واقعات شامل ہیں۔ ان واقعات کے نتیجے میں اکثر بڑے پیمانے پر جانی ومالی نقصان کے ساتھ ساتھ بنیادی ڈھانچے کی تباہی بھی ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں انسانی آبادی وہاں سے نقل مکانی کر جاتی ہے۔ قدرتی آفات کے ظاہری اسباب سے کسی کو انکار نہیں ہے، اسباب کے درجے میں یقیناً وہی ان آفات کا باعث بنتے ہیں، اور ہمیں اسباب کی دنیا میں احتیاط اور تحفظ کے تمام ذریعے اختیار کرنے چاہئیں۔ لیکن یہ حقیقت بھی ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ ان اسباب کے پیچھے بھی ایک قوت ہے جو یہ اسباب پیدا کرتی ہے، ان سے کام لیتی ہے، انہیں کبھی کبھی بیکار بھی کر دیتی ہے، اور انہیں ہر لحاظ سے اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے۔ اس قوت کی منشا اور رضا و ناراضگی سے بے نیاز اور بے پرواہو کر ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ وہ قوت خالقِ کائنات کی ذاتِ گرامی ہے، جس نے قوموں

کے ساتھ اپنی ناراضگی یا خوشنودی کے باطنی اسباب کا قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کی سزا اور عذاب کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ اس ذکر کا مقصد صرف داستان گوئی نہیں بلکہ ہمیں اس بات کا سبق دینا ہے کہ ہم ان اسباب اور حرکات سے گریز کریں جو قوموں کے لیے اس دنیا میں خدا کی ناراضگی اور اس کی طرف سے سزا اور عذاب کا باعث بنتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان اسباب اور علامات کا ذکر احادیث مبارکہ میں فرمایا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا درست ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہے، سزا ہے، تنبیہ ہے، اور عبرت کے لیے ہے جس سے تمام افراد کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

قدرتی عوارض سے پیدا ہونے والی معاشی بدحالی میں ہمارا رویہ یہ ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کی امداد کر کے کچھ عرصے بعد انہیں بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں جس سے معاملات خرابی کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس ہنگامی صورت حال میں ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ معاشی بدحالی کا مسئلہ حل ہونا چاہیے اور ہر فرد کے پاس اس کی صلاحیتوں اور اہلیتوں کے مطابق ملازمت / ذریعہ معاش ہونا چاہیے۔ قدرتی عوارض کے نتیجے میں انسانوں کو معاشی نقصان بھی ہوتا ہے اور اچھا بھلا انسان چند لمحوں میں امیر سے غریب بن جاتا ہے۔ ان حالات میں قدرتی آفات کی سختی کو کم کرنے اور اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کے لئے بھائی چارے سے کام لیا جانا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ افراد کو ضرورت کی چیزوں کو بہم پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ ایسے حالات میں ان ستم رسیدہ افراد کے ساتھ سیرت نبویہ کی روشنی میں جو رویہ اختیار کیا جانا چاہئے اس پر سیر حاصل بحث سطور بالا میں کی جاچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر ایک کو سلامتی اور حفاظت سے رکھے۔ آمین۔

حوالہ جات

[1] G Bank. Hillhurst, G. Franks (2003). "Determining Risks". Disasters, Development and Humans,

[2] B. Wizner, T. Cannon and I. Davis (2004). Risks- Natural calamities, human helplessness and disaster determination,

[3] D. Alexander (2002). Principles of emergency situations and rescue. Harpend, Terra Publishing.

[4] الترمذی ،محمد بن عیسیٰ، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامي، 1998ء، 4/ 468، الرقم: 2169

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsá, Al-Sunan, Kitāb Al-Fitan, Bāb Mā Jā'a fī al-Amr bi al-Maʿrūf wa al-Nahy ʿan al-Munkar, Bayrūt, Lubnān: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998 CE, 4/468, Al-Raqam: 2169

[5] القرآن،78:5

Al-Qurān, 5: 78

[6] ابو داؤد ، سلیمان بن اشعث،السنن، کتاب الملاحم، باب الأمروالنہي، بیروت، لبنان: دار الفکر، 1414ھ،ج4، ص 121، الرقم: 4336

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ashʿath, Al-Sunan, Kitāb al-Malāhim, Bāb al-Amr wa al-Nahy, Bayrūt, Lubnān: Dār al-Fikr, 1414H, 4/121, Al-Raqam: 4336

[7] ابو داود ، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمروالنہي،ج4، ص122، الرقم: 4339

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ashʿath, Al-Sunan, Kitāb al-Malāhim, Bāb al-Amr wa al-Nahy, 4/122, Al-Raqam: 4339

[8] مالک بن انس،الموطأ، کتاب الکلام، باب ما جاء في عذاب العامة بعمل الخاصه، 2 یروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، 1406ھ، 991، الرقم: 1799

Mālik ibn Anas, Al-Muwaṭṭaʾ, Kitāb al-Kalām, Bāb mā jā'a fī ʿAdhāb al-ʿĀmmah bi ʿAmal al-Khāṣṣah, Bayrūt, Lubnān: Dār Aḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1406H, 991, Al-Raqam: 1799

[9] ابن ماجه ، السنن، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہي عن المنکر، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیه، 1419ھ،ج2، ص 1328، الرقم: 4008

Ibn Mājah, Al-Sunan, Kitāb Al-Fitan, Bāb Al-Amr bi al-Maʿrūf wa al-Nahy ʿan al-Munkar, Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1419H, 2/1328, Al-Raqam: 4008

[10] ابو داود ، سلیمان بن اشعث،السنن، کتاب الملاحم، باب الأمروالنہي ،ج4، ص 122، الرقم: 4338

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ashʿath, Al-Sunan, Kitāb al-Malāhim, Bāb al-Amr wa al-Nahy, 4/122, Al-Raqam: 4338

[11] ایضا ، کتاب الجہاد، باب فی الانتصار،رقم الحدیث 2594

Ibid, Kitāb al-Jihād, Bāb fī al-Intiṣār, Raqam al-Ḥadīth: 2594

[12] القشیری ، مسلم بن حجاج ،الجامع الصحیح ، کتاب اللقطة، باب استحباب المؤاساة بفضول المال،رقم الحدیث ١٧٢٨

Al-Qushayrī, Muslim ibn Ḥajjāj, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Liqṭah, Bāb Istiḥbāb al-Muʾāsah bi Faḍl al-Māl, Raqam al-Ḥadīth: 1728

[13] ایضا ، کتاب الزکاة، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی،رقم الحدیث ١٠٣٦

Ibid, Kitāb al-Zakāh, Bāb Bayān anna al-Yad al-ʿUlyā Khayr min al-Yad al-Suflā, Raqam al-Ḥadīth: 1036

[14] القرآن،10:7

Al-A'raf 7:10

[15] قرضاوی،یوسف،علامہ، اسلام میں غریبی کا علاج،مترجم محمد سرور عاصم،مکتبہ اسلامیہ،لاہور،۲۰۱۱ء،ص۱۱

Qardāwī, Yūsuf, ʿAllāmah, Islām Mein Ghurbat kā ʿIlāj, Mutarjim Muḥammad Sarwar ʿĀṣim, Maktabah Islāmiyah, Lāhaur, 2011 CE, Ṣafḥ: 11

[16] البخاری، محمد بن اسمعیل، الأدب المفرد، بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیه، 1409ھ، ص 198، رقم : 562

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Al-Adab Al-Mufrad, Bayrūt, Lubnān: Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah, 1409H, Ṣ: 198, Raqam: 562

[17] غلام سرور قادری، معاشیات نظام مصطفیٰ،لاہور، ص184

Ghulām Sarwar Qādirī, Ma'āshiyāt-i Nizām Muṣṭafā, Lāhaur, Ṣafḥ: 184

[18] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، مترجم خالد پرویز، لاہور، ص206-205

Doctor Muḥammad Ḥamīdullāh, Muḥammad Rasūlullāh, Mutarjim Khālid Pervaiz, Lāhaur, Ṣafḥ: 205, 206

[19] یٰسین مظہر، صدیقی، 'عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت'، مشمولہ نقوش رسولؐ نمبر، ج5، ص692

Yasīn Mazhar, Ṣiddīqī, 'ʿAhad Nabawī (ﷺ) Mein Tanzīm Riyāsat wa Ḥukūmat', Mashmūlah Nuqūsh Rasūl (ﷺ) Number, vol: 5, P: 692

[20] محب الدين ابن النجار، الدرة الثمينة في أخبار المدينة،ص55-56

Mahb al-Dīn Ibn al-Najjār, Al-Durrat al-Thamīnah fī Akhbār al-Madīnah, P: 55-56

[21] السیوطی،الخصائص الکبریٰ ،ج2، ص 71

Al-Suyūṭī, Al-Khaṣā'iṣ al-Kubrā, vol: 2, P: 71

[22] الترمذی، السنن، کتاب الزھد، باب منه، 4 : 571، رقم : 2341؛ حاکم، المستدرک، 4 : 347، رقم : 7867

Tirmidhī, Al-Sunan, Kitāb Al-Zuhd, Bāb Minh, 4:571, Raqam: 2341; Hākim, Al-Mustadrak, 4:347, Raqam: 7867

[23] البخاری، الأدب المفرد ، بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیه، 1409ھ،ص 198، رقم : 562

Al-Bukhārī, Al-Adab Al-Mufrad, Bayrūt, Lubnān: Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah, 1409H, Ṣ: 198, Raqam: 562

[24] ابن حزم،ابو محمد علی بن احمد، المحلی بالآثار،بیروت،دار الجیل، 1418ھ، 6 : 158

Ibn Ḥazm, Abū Muḥammad ʿAlī ibn Aḥmad, Al-Muḥallā bil-Āthār, Bayrūt, Dār al-Jīl, 1418H, 6:158